



افضل رضوى

## درخت درویش بوتے ہیں، محمد شفیق فاروقی کے فن مصوری پر تبصرہ

از، افضل رضوى

تخلیق آدم سے دور موجود تک انسان کئی ادوار سے گزرا ہے اور مختلف طریقوں سے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کرتا رہا ہے۔ زمانہ قبل آز تاریخ سے تمدنی دور تک آتے آتے اس نے رنگ رنگ اور قسم قسم کے علوم و فنون سے آگھی حاصل کی۔ پتھر کے دور سے نکل کر انسان جب تہذیب و تمدن سے واقف ہوا تو قدیم یونان اور اہل مصر تک پہنچتے پہنچتے اس نے نہ صرف علمی ترقی کی، بل کہ، شعوری طور پر بھی ممتاز ہو گیا۔

علوم و فنون کا مرکز یہ تہذیبیں مابرین علوم و فنون کا مرکز بن گئیں۔ ارسٹو، سقراط اور افلاطون جیسے عظیم فلسفی پیدا ہوئے اور علم و فن انسان کا زیور بن گیا۔ انسان نے فنون لطیفہ کے ایسے ایسے فن پارے تخلیق کیے کہ انہیں دیکھ کر آج بھی عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس فنی سفر کو جاری رکھتے ہوئے بڑے بڑے نابغہ روز گار پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے فن کا لوہا منوایا اور اس دنیا سے کوچ کرنے کے باوجود آج بھی زندہ ہیں۔

فنون لطیفہ میں مصوری اور خطاطی کی ایمیت اور حیثیت کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس فن کو زندہ رکھنے والوں کی طویل فہرست ہے؛ تابم پاکستان میں دور حاضر میں اس فن میں نام کمانے والوں میں ایک بڑا نام محمد شفیق فاروقی کا ہے۔

محمد شفیق فاروقی کے فن مصوری پر قلم اٹھانے سے پہلے اس بات کا علم ہونا بہت بھی ضروری ہے کہ یہ فن کن کن ادوار سے گزر کر آج کے دور میں داخل ہوا ہے۔ یہ فن ایسا ہے کہ اس پر انسان نے زمانہ قبل آز تاریخ سے لے کر دور جدید تک مختلف انداز میں کام کیا اور کئی نادر نمونے آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑے۔

فن مصوری کا پہلا دور پتھر کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور کے نام Neolithic اور Mesolithic میں تقسیم کی جاتی ہے۔ یہ دور 2.5 ملین سے 3000 قبل مسیح تک مانا جاتا ہے اور اس کے نشانات وسطی بندوستان میں پائے گئے ہیں۔ اس کے بعد کا دور تاریخ میں کانسی کے دور (bronze age art) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو 3000 سے 1200 قبل مسیح پر محیط ہے۔ اس دور میں مصر اور ایران کے علاوہ سومیری اور منان آرٹ پر بہت کام ہوا، نیز دھاتی نمونہ جات بھی قابل ذکر ہیں۔

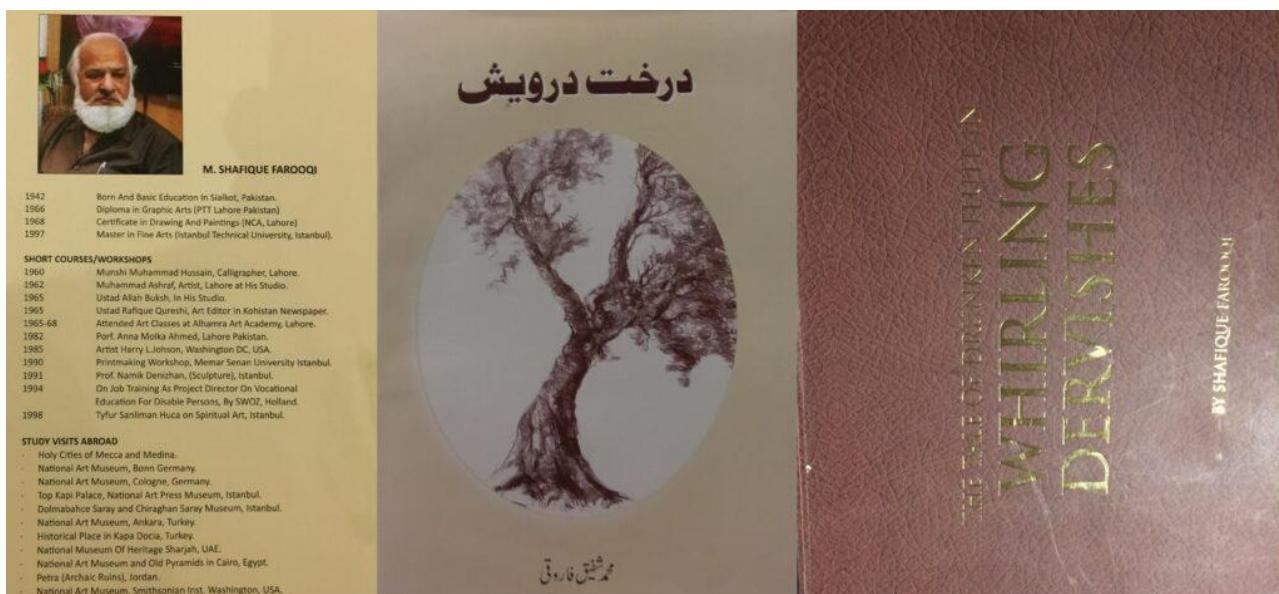
ایک اور دور لوہے کا دور (iron age art) کہلاتا ہے۔ یہ دور 1500 قبل مسیح سے 350ء تک کا ہے۔ اس دور میں مسینین آرٹ، یونانی آرٹ، سیلٹک اور رومن آرٹ نے خوب ترقی کی۔ اس کے بعد آرٹ قرون وسطی (350ء سے 1300ء)، نشادی (1300ء سے 1600ء) اور نشادی کے بعد کے دور (1600ء سے 1850ء) سے ہوتا ہوا دور جدید (1850ء سے 1970ء) میں داخل ہوا۔ اس دور میں امپریشن ازم، کلر ازم، ایکسپریشن ازم اور کیلی گرافی کے بہترین نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ 1970ء سے شروع ہونے والا دور آج تک جاری ہے۔

یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ ان ادوار کی تقسیم مغربی ہے جب کہ اسلام کی آمد کے ساتھ بھی اسلامی آرٹ کا بھی آغاز ہو گیا تھا، چنان چہ اسلامی عقائد کے زیر اثر فنون لطیفہ کے مابرین نے بیش بہا نادر نمونے تخلیق کیے۔

ان میں مساجد کے محرابوں کے اندر آیات قرآنیہ کی کیلی گرافی اور دیگر بیل بُوٹھے شامل ہیں۔ عربیوں نے جلال الدین رومیٰ کے افکار کو پینٹ کیا اور ایرانیوں نے قالینوں پر نقش و نگار سے منفرد مقام حاصل کیا، جو آج تک جاری ہے۔ پاکستان میں صادقین نے فنِ مصوری کو عروج دیا اور اسلامی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کئی نادر فن پارے تخلیق کیے۔

پاکستان کے ماہی ناز مصور محمد شفیق فاروقی سے میری شناسائی تو بہت قدیم نہیں ہے، لیکن میں ان کے حسن اخلاق اور فنی مہارت کی بہ دولت ان کا گروہ ہوں۔ لاہور کے ایم اے او کالج میں کلامِ اقبال میں مظاہر فطرت کے موضوع پر میرا لیکچر تھا، اس میں جناب فاروقی صاحب بھی تشریف لائے۔ انہوں نے میری باتوں کو نہایت انہماں سے سماعت کیا اور بعد از لیکچر ان سے گفتگو کر کے ایسا لگا جیسے ایسے درویش سے ملاقات ہو گئی ہو جو تصنیع، بناوٹ اور ریا کاری سے مبرا ہو۔ انداز گفتگو نہایت سلیس اور سادہ لیکن اپنے فن میں ایسے مابر کہ دور تک کوئی ثانی نہ ملے۔

میری کتاب در برگِ لالہ و گل کے سلسلے کی تقاریب میں جناب شفیق فاروقی صاحب کی شرکت سے ان کی حکیم الامت علامہ اقبال سے عقیدت اور محبت صاف عیاں تھی۔ مجھے ان کی درویش گاہ میں بھی جانے کا اتفاق ہوا اور ان کی زیر نظر کتاب درخت درویش دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ کتاب ان کے فن کی مُنہ بولتی تصویر ہے جس میں انہوں نے دو سو کے قریب سکیچز شامل کیے ہیں۔ بنیادی طور پر اس کتاب میں کیکر اور شیشم کے درختوں پر فوکس کیا ہے اور یہ سکیچز ایسے ہیں جو پکار پکار کر کہہ رہے ہوں کہ ہم نے تمہیں (انسان) بہت کچھ دیا لیکن تم نے تو ہمیں صفحہ بستی سے بھی مٹا دیا۔



درخت درویش، از، محمد شفیق فاروقی شفیق فاروقی صاحب کا تعلق سیال کوٹ سے ہے اور وہ اب لاہور میں مقیم ہیں۔ لیکن ان کا دونوں شہروں میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ فاروقی چُوں کہ ایک درویش منش انسان ہیں اس لیے انہیں انسانوں کے ساتھ ساتھ درختوں سے بھی بے انتہا محبت اور عقیدت ہے۔ فاروقی کے بہ قول جب وہ لاہور سے سیال کوٹ سفر کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں ان درختوں کو تلاش کرتی ہیں جو کبھی سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہوتے تھے۔ ایسے میں ان کے لب حرکت کرنے لگتے ہیں اور وہ بر ملا پکار اٹھتے ہیں:

کته گیاں پنڈ دی ٹالیاں تے بیریاں

کته ساڑے پیلان دی چھاں گئی

شفیق فاروقی بھی حکیم الامت علامہ اقبال کی نقلید میں درختوں سے اظہار محبت کرتے نظر آتے ہیں کیوں کہ علامہ کے کلام اگر بے نظر غائز مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں درختوں سے خاص لگاؤ تھا۔ چنان چہ علامہ کے کلام میں درختوں کا ذکر جا بے جامِ جاتا ہے۔ نظم **بِعَالِه** میں انہوں نے منظر کشی میں اپنا بُنر کمال کی حد تک پیش کیا ہے۔ یہ بات وہ لوگ بے خوبی سمجھ سکتے ہیں، جو سوچ و فک رسے الگھی رکھتے ہیں کہ سر شام درخت واقعی ایسے نظر آتے ہیں جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہوں اور اسی بات کو علامہ نے شعر کی صورت اور شفیق فاروقی نے سکیچ کی شکل میں پیش کر دیا ہے۔

وہ خموشی شام کی جس پر تکلم ہو فدا

وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا

علامہ اقبال کی نظم و نثر کے گہرے مطالعے سے یہ بات ابی علم پر عیاں ہو جاتی ہے کہ انہیں اس بات کا ادراک تھا کہ درخت بھی کلام کرتے ہیں؛ چنان چہ ایک جگہ پرندے اور درخت کی گفتگو بیان کرتے ہوئے اشیاء کے کردار اور ان کی افادیت کو موضوع بننا کر انصاف اور ظلم و ستم کا فرق واضح کیا ہے۔

کہا درخت نے اک روزمرغ صحراء سے

ستم پہ غم کدہ رنگ و بو کی ہے بنیاد!

بے عنہ شفیق نے اپنے سکیچز میں درخت کو کچھ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ ان کے جان دار ہونے اور کلام کرنے کا احساس روح میں اتر جاتا ہے اور زبان سے بلا تامل وہ! نکل جاتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ بات بھی ہمارے تجربے میں ہے کہ درخت ماحول کو نہ صرف پرکشش، بل کہ، صاف رکھنے میں بھی نمایاں کردار ادا کرتے ہیں، وہ درخت آج زمانے کی نام نہاد ترقی کی نظر ہو گئے ہیں۔ ان درختوں کی عدم موجودگی شفیق کے دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہے تو ان کے ہاتھوں کی انکلیاں گردش میں آ جاتی ہیں اور وہ ان درختوں کے نقش کاغذ پر انارنا شروع کر دیتے ہیں۔

وہ ان درختوں کو درویش مانتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ درخت ایسا درویش ہے جو انسان کو بس دیتا ہی دیتا ہے، اس سے کسی شے کا تقاضا کرنا اس کی فطرت نہیں۔ درخت انسان کو اکسیجن مہیا کرتے ہیں جو انسانی زندگی کی اساس ہے، درخت انسان کو پہل دیتا ہے جو اس کی غذا کا لازمی جزو ہے، درخت انسان کو اپنے برگ و بار دیتا ہے، درخت انسان کو کڑی دھوپ میں سایہ فراہم کرتا ہے، درخت زمین کو زرخیز بناتا ہے اور نہ جانے درخت انسان کے لیے کیا کیا کرتا ہے؛ لیکن انسان اسے بڑی ہے رحمی سے بنا کسی قصور کے کاٹ دیتا ہے۔

ان کا یہ بھی خیال ہے کہ قدرت نے اگر ان درختوں کو اگایا ہے تو ان کے رزق کا بھی بند و بست کر رکھا ہے۔ فاروقی اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ ارباب اختیار کو چولستان میں درخت لگانے چاہیں تاکہ وہاں کے باسی بھی ان درویشوں سے مستفید ہو سکیں۔

یہ حقیقت بر کس ناکس پر اظہر مَن الشَّمْسَ ہے کہ سر زمینِ پاک درختوں کی دولت سے ملا مال ہے اور ایسے نا یاب درخت اور پودے یہاں اگتے ہیں کہ جن کے فوائد اتنے ہیں کہ بیان کے لیے الگ کتب خانہ چاہیے، مثلاً، کیکر، شیشم، املتاں، ارجن، سمبیل، فراش یا گز، سکھ چین، کنیر، کچ نار، بیری، توت، نیم، دھریک، پیپل، سفیدہ اور بہت سے دیگر درخت پاکستان میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک کثیر تعداد ادویات بنانے کے کام آتی ہے۔

پودوں سے محبت رکھنے والے دنیا کے مشہور و معروف محقق ڈیوڈ ایشن برا

(David Attenborough) اپنی کتاب **The Private Life of Plants** میں لکھتے ہیں کہ پودے ایک دوسرے کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ رد عمل ظاہر کرتے ہیں اور جیران کن حد تک وقت کا ادراک رکھتے ہیں۔

درخت درویش میں شفیق نے انہی درختوں کے سکیچز شامل کیے ہیں، جو کبھی اس سڑک کے دونوں جانب کھڑے ہمارے ماحول کو آلودگی سے بچاتے تھے۔ بنیادی طور پر انہوں نے اس ایک علاقے کی مثال دے کر برخطے کی بات کی ہے اور اس بات کی آگہی دلائی ہے کہ ہمارے ماحول کو بہتر بنانے میں درختوں کا کردار کتنا اب ہے۔

پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ فاروقی کے سکیچز میں ایک نئی دنیا آباد ہے۔ فاروقی جب land scaping کی بات کرتے ہیں تو وہ یہ بات کبھی فراموش نہیں کرتے کہ درخت اس کا بنیادی جزو ہے۔ وہ دائیں باتھے سے پینٹنگ اور ڈرائینگ کرتے ہیں۔ ان کی پینٹنگ کی ایک اور نمایاں بات یہ ہے کہ وہ کسی بھی قسم کا برش استعمال نہیں کرتے، بل کہ، قدرت نے ان کی انگلیوں اور انگلیوں کے پوروں میں کمال فن عطا کیا ہے کہ ان کے استعمال سے خلیق پانے والے فن پارے برش سے بننے والے فن پاروں سے کہیں نفیس اور منفرد ہیں۔

شفیق فاروقی کی درویش گاہ جائیے تو ان کے ساتھ ان کی صاحب زادی بھی اسی انمول فن میں اپنا نمایاں کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئیں گی۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح ایک نفیس، ملن سار اور فن مصوری کی دل دادہ اور اس فن کی گھرائی کو سمجھنے والی فن کارہ ہیں۔

میں ذاتی طور پر ان دونوں سے مل کر بے حد متاثر ہوا اور جب فاروقی صاحب نے مجھے درخت درویش پر چند جملے لکھنے کی فرمائش کی تو میرے پاس انکار کی گنجائش نہ تھی۔ میں نے ایک مصور نہ بوئے ہوئے بھی اس فرمائش کو بے سر و چشم قبول کر لیا اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ شفیق ایک ایسے مصور ہیں کہ جن کے دل و دماغ سے نکلنے والی ہر آہ اثر رکھتی ہے۔ درخت درویش کے صفحات پالٹتے جائیے، اور ہر صفحے پر ایک نئی داستان سے واقعیت حاصل کرتے جائیے۔

قبل ازیں فاروقی مولانا روم کے افکار پینٹ کر چکے ہیں اور مستقبل میں ان کی تین کتابیں بے عنوان اللہ جل جلالہ، رسول ﷺ اور اقبال زیور طباعت سے آرائتے ہو کر منشہ شہود پر آنے والی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ انہیں ان کے اس مشن میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔

آخر میں میں جناب محمد شفیق فاروقی صاحب کو ان کی اس نئی کاؤش پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جس کے توسط سے انہوں نے درختوں کی اہمیت، افادیت اور ان کی حفاظت کی مہم سے ہمیں آگہی دلائی ہے۔ واقعی درخت درویش آنے والے زمانوں میں ایک نا یاب فن پارہ گردانی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ درخت درویش کے بعد ان کی اسی موضوع پر اور کتابیں بھی منظر عام پر آئیں گی۔